

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ و مسلک

اور ان کے عقیدت مندوں کی غلو کاریاں

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔ علمی مرتبہ، تقویٰ و للہیت اور تزکیہ نفس کے حوالہ سے شیخ کی بے مثال خدمات چہار دانگ عالم میں عقیدت و احترام کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔ مگر شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے فرط عقیدت میں شیخ کی خدمات و تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا متوازی دین وضع کر رکھا ہے جو نہ صرف قرآن و سنت کے صریح منافی ہے بلکہ خود شیخ کی مبنی برحق تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر ان عقیدت مندوں کو ان کی غلو کاریاں سے آگاہ کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کرنے والوں پر برہم ہوتے ہیں بلکہ انہیں اولیاء و مشائخ کا گستاخ قرار دے کر مطعون کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال ایک دینی و اصلاحی فریضہ سمجھتے ہوئے راقم یہ مضمون لکھنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اگر اس کے ذریعے ایک فرد کی بھی اصلاح ہو جائے تو اُمید ہے کہ وہ میری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ

مضمون ہذا کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ شیخ جیلانیؒ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصہ میں شیخ کے عقائد و نظریات اور دینی تعلیمات کے بارے میں بحث کی گئی ہے جب کہ تیسرے حصہ میں ان غلط عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عوام میں پھیلا رکھا ہے۔

1 شیخ کے سوانح حیات

ابتدائی حالات زندگی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا پورا نام عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست الجبلی (الجبیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۴۳۹)، (البدایہ والنہایہ: ۲۵۲/۱۲)، (فوات الوفيات: ۳۷۳/۳۷۴)، (شذرات

☆ ریسرچ سکالر مجلس التحقیق الاسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور

صاحبِ شذرات نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسنؑ بن علیؑ تک پہنچایا ہے۔ آپ ۴۷۰ھ (اور بقول بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ایضاً) اور ”جیلان یا گیلان (کیلان) کو ویلم بھی کہا جاتا ہے، یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین تالیس واقع ہے، جنوب میں ہرز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراقی عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندران کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحر قزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔“ (دائرة المعارف: ۶۲۱/۱۱ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت: ۱۹۷/۱)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت

شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کتبِ تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مؤرخین نے بیان کی ہے کہ

”آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے بغداد روانہ ہوئے۔“

(اردو دائرۃ المعارف: ۱۲/۹۲۹)

امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپؐ نوجوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔ (سیر ایضاً)
علاوہ ازیں اپنے تحصیل علم کا واقعہ خود شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ
”میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ
بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے
سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے
الوداع کہنے کے لئے بیرون خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:
”تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں
گی۔“ (نفحات الانس ص: ۵۸۷، از نور الدین حامی بحوالہ دائرة المعارف، ایضاً)

شیوخ و تلامذہ

حافظ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے:

”قاضی ابوسعید محرمی، ابوغالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعید بن خشیش، ابوطالب یوسفی وغیرہ“ (سیر: ۲۰/۴۴۰)

جبکہ دیگر اہل علم نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابوالوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

(دائرة المعارف، اردو: ۱۱/۶۳۰)

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

”ابوسعید سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن ادریس، احمد بن مطیع ابوہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ“ (ایضاً)

شیخ کی اولاد

امام ذہبیؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”ولد لأبئی تسعة وأربعون ولدا سبعة وعشرون ذكرا والباقي أنثا“ (سیر: ۲۰/۴۴۷ نیز دیکھئے: فوات الوفيات: ۲/۳۷۷)

”میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔“

شیخ کا حلقہ درس

شیخ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا جس اخلاص و للہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی و تربیتی حلقہ بن گیا۔ حتیٰ کہ وقت کے حکمران، امراء و وزرا اور بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقہ وعظ و نصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔ جبکہ وعظ و نصیحت کا یہ

سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔ (سیر: ۲۰/۴۴۱)

حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی جنبلیؒ سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر دیا۔ اس مدرسہ میں

شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے

بڑے مستفید ہوتے۔“ (البدایہ والنہایہ: ۱۲/۲۵۲)

شیخ کی وفات: امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ”شیخ عبدالقادر ۹۰ سال زندہ رہے اور ۱۰ ربیع

الآخر ۵۶۱ھ کو آپ فوت ہوئے۔“ (سیر: ۲۰/۴۵۰)

تالیفات و تصنیفات

شیخ جیلانیؒ بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ و مبلغ تھے تاہم مؤرخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ مؤرخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں جبکہ باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کر کے آپ کی طرف منسوب کر رکھی ہیں۔ اب ہم ان تمام کتابوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں:

① **غنیۃ الطالبین:** اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: الغنیۃ لطالبی طریق الحق یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار و نظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردید کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب ’کشف الظنون‘ میں رقم طراز ہیں کہ ”الغنیۃ لطالبی طریق الحق للشیخ عبد القادر الکیلانی

الحسنی المتوفی سنة ۵۶۱ھ - إحدى وستین وخمس مائة“ (ص: ۲/۱۲۱۱)

”غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی کتاب ہے۔“

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ (البدایہ: ۱۲/۲۵۲) میں اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (ج ۵/ص ۱۵) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

② فتوح الغیب: یہ کتاب شیخ کے ۸ مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ”شیخ عبدالقادرؒ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں، تاہم شیخ نے ان کتابوں میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی درج کر دی ہیں۔“ (البدایہ ایضاً اور دیکھئے کشف الظنون: ۲/۲۴۰)

③ الفتح الربانی والفیض الرحمانی: یہ کتاب شیخ کے ۶۲ مختلف مواعظ پر مشتمل ہے، یہ بھی شیخ کی مستقل تصنیف ہے۔ (دیکھئے: الأعلام از زرکلی: ۴/۴۷)

④ الفیوضات الربانیۃ فی المآثر والأوراد القادریۃ: اس میں مختلف اوراد و وظائف جمع کئے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے اسے شیخ کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً دیکھئے الأعلام (ایضاً) مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسمعیل بن سید محمد القادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ویسے بھی اس میں ایسے شرکیہ وظائف و اوراد اور بدعات و خرافات پر مبنی اذکار ہیں کہ جن کا صدور شیخ سے ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم

⑤ الأوراد القادریۃ: یہ کتاب بھی بعض قصائد و وظائف پر مبنی ہے۔ اسے محمد سالم بواب نے تیار کر کے شیخ کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس میں موجود شرکیہ قصائد ہی اسے شیخ کی تصنیف قرار دینے سے مانع ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

- | | |
|--|----------------------|
| (۷) تحفة المتقین وسبیل العارفين | (۶) بشائر الخیرات |
| (۹) حزب الرجا والانتہاء | (۸) الرسالة القادرية |
| (۱۱) الکبريت الأحمر فی الصلاة علی النبیؐ | (۱۰) الرسالة الغوثية |
| (۱۳) یواقیت الحکم | (۱۲) مراتب الوجود |

www.KitaboSunnat.com

ایمان کے بارے میں

ایمان کی تعریف میں اہل السنۃ اور فرقی ضالہ میں نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کے ہاں ایمان کی وہی تعریف ملتی ہے جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہے جیسا کہ شیخ فرماتے ہیں:

”وَنَعْتَقِدُ أَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَمَعْرِفَةٌ بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْعَصْيَانِ وَيَقْوِي بِالْعِلْمِ وَيُضْعِفُ بِالْجَهْلِ وَبِالتَّوْفِيقِ يَقَعُ“ (الغنية: ۱۳۵/۱)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان اطاعت سے بڑھتا، نافرمانی سے کم ہوتا، علم سے مضبوط اور جہالت سے کمزور ہوتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے یہ حاصل ہوتا ہے۔“

غنیۃ کے پہلے باب میں بھی شیخ اسی سے ملتی جلتی تعریف بیان کرتے ہیں کہ

”الایمان قول وعمل لأن القول دعوى والعمل هو البينة والقول صورة والعمل روحها“ (ص ۱۲، ایضاً)

”ایمان قول و عمل کا نام ہے کیونکہ قول (زبانی) دعویٰ ہے اور عمل اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔“

توحید کے بارے میں

توحید ربوبیت و الوہیت کے بارے میں شیخ رقم طراز ہیں کہ

”النفس بأجمعها تابعة لربها موافقة له إذ هو خالقها ومنشؤها وهي مفتقرة له بالعبودية“ (فتح الغیب: ص ۲۱)

”انسانی نفس (فطرت) مکمل طور پر اپنے رب کا مطیع ہے کیونکہ رب تعالیٰ ہی اس کے خالق و مالک ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے پر محتاج ہے۔“

نیز فرماتے ہیں کہ

”الذي يجب على من يريد الدخول في ديننا أو لا أن يتلفظ بالشهادتين لا إله إلا الله محمد رسول الله ويتبرأ من كل دين غير دين الإسلام ويعتقد بقلبه وحدانية الله تعالى“ (الغنية: ۱۳۵/۱)

”جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے کلمہ شہادت کا

اپنی زبان سے اقرار کرے اور دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے اعلانِ برأت کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرے۔“

اسماء و صفات کے بارے میں

اسماء و صفات کے بارے میں شیخ اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

”ولا نخرج عن الكتاب والسنة نقرأ الآية والخبر ونؤمن بما فيهما ونكل الكيفية الى علم الله عز وجل“ (ایضاً: ۱۲۵/۱)

”(اسماء و صفات کے سلسلہ میں) ہم کتاب و سنت سے باہر نہیں جاتے۔ ہم آیت پڑھتے ہیں یا حدیث اور ان دونوں پر ایمان لاتے ہیں جبکہ ان کی کنہ و حقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔“

اسماء و صفات کے حوالہ سے اہل السنۃ کا یہی موقف ہے جسے شیخ نے اپنی تصنیفات میں جابجا اختیار کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فرق ضالہ کے نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (ایضاً: ۱۲۵/۱ تا ۱۴۰)

قرآن مجید کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

”ونعتقد أن القرآن كلام الله وخطابه ووحيه الذي نزل به جبريل على رسول الله.....“ (الغنية: ۱۲۷/۱)

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام، مقدس کتاب، خطاب اور اس کی وہ وحی ہے جسے جبریلؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔“

آنحضرت ﷺ کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

”ويعتقد أهل الاسلام قاطبة أن محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم رسول الله وسيد المرسلين وخاتم النبيين عليهم السلام“ (الغنية: ایضاً)

”تمام اہل اسلام کا اس بات پر متفقہ اعتقاد ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں کے سردار اور خاتم النبیین یعنی آخری رسول ہیں۔“

آخرت کے بارے میں

شیخ آخرت کے بارے میں لکھتے ہیں

”ثم إن الإيمان بالبعث من القبور والنشر عنها واجب كما قال الله.....“
”روزِ آخرت قبروں سے جی اٹھنے اور حشر و نشر پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔“ (الغنية: ۱۴۶/۱)

علاوہ ازیں عذاب قبر، پل صراط، حوض کوثر، جنت و جہنم، میزان و شفاعت کبریٰ وغیرہ کے حوالہ سے بھی شیخ نے غنیۃ میں وہی عقائد رقم کئے ہیں جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہیں۔

ردِ شرک و بدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات

شیخ جیلانیؒ توحید کے زبردست حامی اور شرک و بدعت کے قاطع تھے جیسا کہ ان کے مندرجہ اقتباسات سے واضح ہے:

① ”أن يمد يديه ويحمد الله ويصلى على النبي ﷺ ثم يسأل الله حاجته“
”انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرے، اللہ کی حمد و ثنا کرے، محمدؐ پر درود و سلام بھیجے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔“ (الغنية: ۹۲/۱)

② ”ويكره أن يقسم بأبيه أو بغير الله في الجملة فإن حلف حلف بالله وإلا ليصمت“ (الغنية: أيضاً) ”آباء و اجداد یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ (بمعنی حرام) ہے لہذا قسم کھانی ہو تو صرف اللہ کی قسم کھائی جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے۔“
③ ”وإذا زار قبراً لا يضع يداً عليه ولا يُقبِّلُهُ فإنه عادة اليهود ولا يقعد عليه ولا يتكأ إليه..... ثم يسأل الله حاجته“ (الغنية: ۹۱/۱)

شیخ آدابِ قبور کی مسنون و عاذ کر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ
”جب قبر کی زیارت کرنے جاؤ تو قبر پر ہاتھ نہ رکھو اور نہ ہی قبر کو چومو۔ کیونکہ یہ یہودی علامت ہے اور نہ ہی قبر پر بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ۔ پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرو“
④ ”وتكره الطيرة ولا بأس بالتفاؤل“ (ایضاً) ”بدشگونی حرام ہے البتہ فال (نیک اور اچھی بات) میں کوئی حرج نہیں۔“ بلکہ بدشگونی کے حوالہ سے شیخ حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔“ (الغنیۃ: ۹۶/۱)

⑤ ”اتبعوا ولا تباعدوا، وافقوا ولا تخالفوا، أطيعوا ولا تعصوا، اخلصوا ولا تشرکوا وحدوا الحق وعن بابہ لا تبرحوا، سلوه ولا تستلوا غیرہ استعینوا بہ ولا تستعینوا بغيرہ توکلوا علیہ ولا تتوکلوا علی غیرہ“ (الفتح الربانی: ص ۱۵۱)

”سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل واعتماد کرو اس کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔“

⑥ شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے: ”اے ہمارے رب! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض و سما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض و سما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے رب! ہمارے گناہ معاف فرما دے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت و بیماری میں اپنی طرف سے شفا عطا فرما۔“ (الغنیۃ: ۹۶/۱)

⑦ ”ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا.....“ (فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳، ص ۸۹)

قبولیت عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف

شیخ فرماتے ہیں: ”إذا عملت هذه الأعمال..... وإصابة السنة“ (الفتح الربانی: ص ۱۰)

”تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جاسکتے ہیں جب تک کہ تم اخلاص پیدا نہ کرلو۔ کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔“

خلاصہ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گواہی

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ شیخ جیلانی

سلفی العقیدہ تھے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تمام فرق ضالہ کی بھرپور تردید کی ہے۔ شیعہ وروافض، مرجیہ و قدریہ، جہمیہ، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کی تردید تو بہت نمایاں ہے جبکہ ان کے علاوہ صرف ایک ہی گروہ ایسا رہ جاتا ہے جسے فرقہ ناجیہ کہا جاسکتا ہے اور اسی گروہ کو شیخ نے أصحاب الحدیث اور اهل السنة قرار دے کر ان کی تعریف و توصیف کی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی انہی کی طریق پر چلنے کی جا بجا ہدایت کی ہے۔ لہذا اب یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جو فرق ضالہ کے عقائد و نظریات کی نشاندہی و تردید کے حوالہ سے ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، نے شیخ جیلانی اور ان کے بعض اقوال و فرمودات کو اپنے فتاویٰ میں بطور تائید و استشہاد جا بجا نقل کیا ہے مثلاً دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: (ج ۵/ص ۸۵، ج ۱۰/ص ۲۵۵، ۵۲۴، ۵۲۸، ج ۱۱/ص ۶۰۴)

اگر شیخ جیلانی کے عقائد و نظریات میں کوئی بگاڑ ہوتا تو ابن تیمیہ اس کی ضرور نشاندہی اور تردید فرماتے مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے شیخ جیلانی کا نہ صرف ذکر خیر فرمایا ہے بلکہ انہیں 'اکابر الشیوخ'، 'الشیخ الامام' اور 'أئمتنا' میں شمار فرمایا ہے۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ج ۱۱/ص ۶۰۴، ج ۵/ص ۸۵)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیخ جیلانی کی کتابوں کے تتبع سے ان کے بعض تفردات بھی ملتے ہیں جن پر آئندہ سطور میں 'شیخ کے بعض تفردات' کے ضمن میں تبصرہ کیا جائے گا۔

فقہی مسلک

آپ کے بارے میں اہل علم نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے۔ جیسا کہ حافظ ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۲۰/۴۳۹) اور عبدالحی بن عماد حنبلی نے شذرات الذہب (۴/۱۹۹) اور محمد بن شاکر کتبی نے فوات الوفيات (۲/۲۹۵) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں خود شیخ کے درج ذیل اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے:

① ”وینبغی للإمام أن لا يدخل طاق القبلة فيمنع من ورأه رؤيته بل يخرج منه قليلا وعن إمامنا احمد رحمه الله رواية أخرى: أنه يستحب قيامه فيه“ (الغنية: ج ۲، ص ۲۰۰)

”امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ بالکل محراب کے اندر اس طرح گھس کر کھڑا ہو کہ مقتدیوں کی نظر ہی سے اوجھل ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ محراب سے قدرے باہر ہو کر کھڑا ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔“

② ”وروی أماننا أبو عبد الله أحمد رحمه الله في رسالة له يسانده عن أبي موسى الأشعري.....“ (ایضاً: ص ۲۰۳)

”ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے.....“

③ ”قال الإمام أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله وأما تَنَا عَلَى مذهبہ أصلاً وفرعاً وحشَرْنَا فِي زمرة.....“ (ایضاً)

”امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ نے فرمایا..... اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد و فروعی مسائل میں انہی کے مذہب پر موت دے اور روزِ محشر انہی کے گروہ میں ہمیں اٹھائے.....“

امام شعرانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شیخ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی سے متاثر تھے اور ان دونوں اماموں کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۱۰۹) مگر مذکورہ اقتباسات سے آپ کا حنبلی المسلک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ شیخ بھی بعض متعصبین کی طرح اپنے امام کے اندھے مقلد تھے بلکہ آپ کی تقلید کا دائرہ صرف وہاں تک تھا کہ جہاں تک قولِ امام شرعی نصوص سے متعارض نہ ہوتا جب کہ ایسے تعارض کی صورت میں آپ حدیثِ نبویؐ ہی کو ترجیح و فوقیت دینے کے قائل تھے۔ جیسا کہ موصوف غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں کہ

”ولا ينظر إلى أحوال الصالحين (وَأَفْعَالِهِمْ) بل إلى ما روى عن الرسول ﷺ

والاعتماد علیہ حتی یدخل العبد فی حالة ینفرد بها عن غیرہ“ (ج ۲ ص ۱۳۹)
 ”صالحین (علماء و مشائخ) کے افعال و اعمال (اور اقوال) کو پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے جو آنحضرتؐ سے مروی ہے اور اسی مروی (حدیث) پر اعتماد کیا جائے خواہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص دوسرے لوگوں سے ممتاز و منفرد ہی کیوں نہ ہو جائے۔“
 (پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اندریں صورت اس کی انفرادیت حدیث مصطفیٰ کی وجہ سے ہے ناکہ خواہش پرستی کی بنا پر!)

شیخ جیلانیؒ اور زہد و تصوف

تصوف کے حوالہ سے یہ بات واضح رہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے وہ نظریات جو متاخر صوفیاء (مثلاً ابن عربی ۶۳۸ھ، عبدالکریم جیلی ۸۱۱ھ، وغیرہ) کے ہاں پائے جاتے ہیں، متقدمین کے ہاں ماسوائے منصور حلاج (۳۰۹ھ) کے، ان کا واضح سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ متقدم صوفیاء کے مستند حالات اور ان کی تصنیفات سے ان کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (دیکھئے: تاریخ تصوف از یوسف سلیم چشتی: ص ۱۴۳ تا ۵۲۰) البتہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انہی متقدمین کے ہاں بعض خلاف شرع امور بھی پائے جاتے ہیں (مثلاً دیکھئے: شریعت و طریقت از عبدالرحمن کیلانی: ص ۱۵۶، ۲۱۸ تا ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۶۳ تا ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۹۶، ۲۹۸، ۵۰۰ وغیرہ) البتہ ان خلاف شرع امور کا تعلق عقائد و ایمانیات کی بجائے عبادات و معاملات سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ خیر القرون کے تصوف اور مابعد کے تصوف میں بعد المشرقین کی طرح نمایاں خلا ہے۔ بلکہ پہلی صدی ہجری میں تو یہ لفظ تصوف کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، البتہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں انتہائی متقی حضرات کے لئے زاہد، عابد اور صالح وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جبکہ دوسری صدی ہجری ہی میں ان کے ساتھ لفظ ’صوفی‘ بھی مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ (دیکھئے: شریعت و طریقت: ص ۱۱۷ نیز مجموع الفتاویٰ: ۶/۱۱) اور رفتہ رفتہ یہی لفظ اتنا معروف ہوا کہ زاہد، عابد اور صالح جیسی اصطلاحات معدوم ہو کر رہ گئیں۔ گویا متقدمین کے ہاں لفظ

صوفی دراصل زاهد و عابد کی جگہ مستعمل تھا۔

زہد کا تصور چونکہ اسلام میں موجود ہے یعنی ”ازہد“[☆] فی الدنيا یحبک اللہ ”دنیا سے بے رغبتی کرو تو خداتم سے محبت کرے گا۔“ (صحیح ابن ماجہ: ۳۳۱۰) اس لئے متقدم صوفیا جو دراصل زہاد و عباد ہی تھے، کے طرزِ عمل، طریقہٴ عبادت اور تزکیہٴ نفس کے سلسلہ کو دیگر ائمہ دین نے ہدفِ تنقید نہیں بنایا اور ویسے بھی ان صوفیا اور زہاد کی طرزِ زندگی مجموعی طور پر شریعت ہی کی آئینہ دار تھی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کتاب و سنت کے عالم باعمل اور دین و شریعت کے اُسرار و رموز سے کماحقہ واقف تھے۔ تاہم ان میں عقائد سے ہٹ کر عبادات و معاملات میں غلو اور بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، اس کی طرف بھی گذشتہ سطور میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔ یہی غلو رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ متاخرین صوفیا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر دین شریعت کے متوازی دین ’طریقت‘ ایجاد کر لیا جو نہ صرف عبادات و معاملات میں دین و شریعت کے برخلاف تھا بلکہ عقائد و نظریات میں بھی اسلامی عقائد کے منافی تھا اور یہ صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی جب مسلمان صوفیا نے ہندی و یونانی فلسفہٴ تصوف کو اسلام میں درآمد کر لیا اور اس پر طرہ یہ کہ بعض مسلمان صوفیا وحدث الوجود جیسے شرکیہ فلسفہٴ تصوف کے حق و اثبات میں قرآن و سنت سے غلط و بے جا استشہاد کرنے لگے.....!!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں تصوف اور اس کے متعلقات پر ایک طویل بحث سپردِ قلم فرمائی ہے۔ (دیکھئے: ج ۲ ص ۲۶۹ تا ۳۳۶) جو دراصل زہد و تقویٰ سے متعلقہ تعلیمات یعنی توکل، صبر، شکر، رضا، صدق اور آدابِ معاشرت وغیرہ پر مبنی ہے۔ ہم واضح کر

☆ لیکن اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں میں ڈیرے جمالئے جائیں اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کی بجائے الگ تھلک کٹیا بنا کر اپنا ماتھے کی محراب چوڑی کی جاتی رہے..... بلکہ اگر زہد کا یہی معنی ہوتا تو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کم از کم ایسا ضرور کرتے مگر ان کا طرزِ عمل زہد کے اس تصور کی مکمل نفی کرتے ہوئے زہد کا یہ حقیقی تصور اُجاگر کرتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا ہی کو مقصودِ اصلی سمجھنے کی بجائے اسے ضرورت کی جاسمجا جائے اور ضرورت ہی کی حد تک اس سے مستفید ہوتے ہوئے اپنی اور اپنے ساتھ دیگر انسانوں کی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

آئے ہیں کہ متقدمین کے ہاں تصوف دراصل زہد و تقویٰ ہی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اور متاخر صوفیا کے عقائد و نظریات (یعنی وحدت الوجود، حلول وغیرہ) متقدمین کے ہاں نہیں پائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کے عقائد و نظریات سراسر اہل السنۃ کے موافق ہیں جیسا کہ ’شیخ کے عقائد و نظریات‘ کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ ویسے بھی شیخ جیلانیؒ ایسے گمراہانہ نظریات کے سخت مخالف تھے مثلاً منصور حلاج جو حلول جیسے گمراہانہ نظریہ کا قائل ہو چکا تھا، کے بارے میں شیخ جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

”منصور حلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورتِ حال سے بچاتا جو اس نے اختیار کر لی تھی۔“

(اخبار الاخیار ص ۲۳ از عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ دائرۃ المعارف اردو: ج ۱۲/ ص ۹۳۴)

علاوہ ازیں دائرۃ المعارف کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

”شیخ عبدالقادر تصوف میں پُراسرار رمزیت (جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی) کے خلاف تھے۔“ (ایضاً)

علاوہ ازیں وحدت الوجود وغیرہ کی تردید شیخ کے مندرجہ ذیل فرمودات سے بھی ہوتی ہے:

”وہو بجهة العلو مستو علی العرش..... واللہ تعالیٰ علی العرش.....“

وہو باین من خلقہ ولا یخلو من علمہ مکان ولا یجوز وصفہ بأنہ فی

کل مکان بل یقال أنہ فی السماء علی العرش.....“

اللہ تعالیٰ بلندی کی طرف عرش پر مستوی ہے..... اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے..... اور وہ

مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ (اور چیز) مخفی نہیں اور اس کے بارے میں یہ کہنا

درست نہیں کہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے بلکہ اس کا وصف یوں بیان کرنا چاہئے کہ وہ آسمانوں کے

اوپر عرش پر مستوی ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے کہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ

عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ (طہ: ۵) ”رحمن، عرش پر مستوی ہے۔“ (الغنیۃ: ۱۲۱/۱ تا ۱۲۴)

یاد رہے کہ شیخ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ کی حقیقت ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

شیخ کی کرامات

① معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے۔

③ معجزہ یا کرامت کے ظہور میں انبیاء و اولیا کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ان کا صدور اللہ کے حکم و مرضی پر موقوف ہوتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

4) نبی کے معجزے سے انکار تو کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں لیکن کسی ولی کی کرامت کو تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ ۲۰۸/۱۱)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شیخ جیلانیؒ انتہائی متقی، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کے ہاتھوں کرامات کا ظہور کوئی امر مستبعد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف سینکڑوں کرامتیں منسوب ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے بلا دلیل ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ شیخ کی ان کرامتوں کے حوالہ سے عام طور پر لوگوں میں دو طرح کے طبقہ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ عقیدت مند جو شیخ کی طرف منسوب ہر چیز آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی کسی بھی کرامت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کی کوئی بھی کرامت بشرطیکہ وہ ثابت ہو، تسلیم کرنی چاہئے۔ البتہ

شیخ کی کرامتوں کے اثبات یا عدم اثبات کے حوالہ سے مزید گزارش یہ ہے کہ اکثر و بیشتر کرامتیں محض آپ کی طرف منسوب ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جیسا کہ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں کہ

”قلت ليس في كبار المشائخ من له أحوال وكرامات أكثر من الشيخ عبدالقادر لكن كثيرا منها لا يصح وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة“
(سير: ج ۲۰ ص ۴۵۰)

”میں کہتا ہوں کہ کبار اولیاء و مشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانیؒ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔“
کچھ اسی طرح کا تبصرہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ (ج ۱۲ ص ۲۵۲) میں کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ یا حافظ ذہبی نے یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ شیخ کی کون کون سی کرامات غیر صحیح اور کون سی مستحیل ہیں، تاہم اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق درج ذیل ہیں:

❁ شیخ جیلانیؒ کی کرامتوں کو سب سے پہلے جس عقیدت مند نے کتابی شکل میں جمع کیا وہ علی بن یوسف الشطونی ہے جس کی وفات کا شیخ جیلانیؒ کی وفات سے تقریباً ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے یعنی شطونی ۷۱۳ھ میں فوت ہوا۔ (دیکھئے الاعلام: ۱۸۸/۵، کشف الظنون: ۱/۲۵۷) جبکہ شیخ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔

شطونی شیخ جیلانیؒ کی بعض کرامتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان کی شیخ جیلانیؒ کے معاصر ہونے کا شک گزرتا ہے، علاوہ ازیں جن کرامتوں کو شطونی نے اپنی سند سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں بھی اکثر و بیشتر اسناد میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ اسی لئے ائمہ محققین نے شطونی کی اس تالیف پر زبردست تردید و تنقید کی ہے۔ بطور مثال چند ائمہ کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

① حافظ ابن حجر شیخ الکمال جعفر کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ

”ذكر فيه غرائب وعجائب وطعن الناس في كثير من حكايات وأسانيده فيه“

”شطونوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب و غریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے اس کی بیان کردہ اکثر حکایتوں اور اسناد پر جرح کی ہے۔“ (الدر الکامنہ: ۱۲۲/۳)

② ابن الوردی اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ

”إن فی البهجة أمور لا تصح ومبالغات فی شان الشيخ عبدالقادر لا تلیق إلا بالربوبية“ (کشف الظنون: ۱/۶۵۷)

”بہجۃ الأسرار میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور شیخ جیلانی کے بارے میں بعض ایسے مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو باری تعالیٰ کے سوا اور کسی کی شان کے لائق نہیں۔“

③ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

”قد جمع المقرئ أبو الحسن الشطنوفی فیہ من الروایة عن المجہولین إن الشطنوفی نفسہ کان متہما فیما یحکیہ فی هذا الکتاب بعینہ“

(ذیل الطبقات لابن رجب: ۱/۲۹۳)

”شطونوفی نے شیخ جیلانیؒ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کر سکوں کیونکہ اول تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب و افتراء اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانیؒ کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانیؒ کے شان کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطونوفی نے اپنی اس کتاب بہجۃ الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطونوفی مُتَّہَم (جس پر جھوٹا ہونے کا شک ہو) ہے۔“

مندرجہ بالا ائمہ محققین کے اقتباسات ہی سے بہجۃ الأسرار اور اس میں موجود شیخ کی کرامتوں کی اصلیت واضح ہو جاتی ہے، تاہم سر درست حاجی خلیفہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ پہلے دو اقتباس کشف الظنون میں نقل

کئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ائمہ کی تنقید بھی ان کی نظر میں تھی مگر اسکے باوجود انہوں نے ان ائمہ نقاد کے بارے میں علمی و تحقیقی جواب دینے کی بجائے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

”وَأَنَّى لَغَيْبِي جَاهِلٌ حَاسِدٌ ضَيْعٌ عَمْرُهُ فِى فَهْمٍ مَا فِى السُّطُورِ وَقَعٌ
بِذَلِكَ عَنْ تَزْكِيَةِ النَّفْسِ وَإِقْبَالِهَا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَفْهَمَ مَا يَعْطَى اللَّهُ (سبحانہ
و تعالیٰ) أَوْلِيَاءُهُ مِنَ التَّصْرِيفِ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“

”اس کندہ نادرش احمق اور حاسد شخص پر افسوس ہے کہ جس نے بھجۃ الأسرار کی عبارتوں کو سمجھنے میں اپنی عمر ضائع کر دی اور تزکیہ نفس اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف و اختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔“

حاجی خلیفہ کی اس عبارت سے ائمہ نقاد کی وہ جرح تو بالکل رفع نہیں ہوئی جو انہوں نے بھجۃ الأسرار پر کی ہے تاہم اس سے یہ خدشہ ضرور لاحق ہوا ہے کہ حاجی خلیفہ کے افکار و نظریات میں بھی واضح جھول ہے، اس لیے اہل تحقیق کو حاجی خلیفہ کے عقیدہ و مسلک کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینا چاہئے.....!

✽ شیخ جیلانی کی کرامتوں پر دوسری جامع و مستقل کتاب فلائند الجواہر ہے جسے محمد بن یحییٰ القاذفی (۹۶۳ھ، دیکھئے الاعلام: ۱۱/۸) نے شیخ کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھا اور اس کی اسنادی حیثیت بھجۃ الأسرار سے بھی زیادہ مجروح ہے۔ اکثر و بیشتر واقعات تو بھجۃ ہی سے ماخوذ ہیں جبکہ بعض واقعات تو اتنے جھوٹے ہیں کہ خود جھوٹ بھی ان سے شرما جائے۔ بغرض اختصار ایک واقعہ کی نشاندہی ضروری ہے، صاحب کتاب رقمطراز ہیں کہ

”سہل بن عبد اللہ تستری نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہل بغداد کی نظر سے آپؑ عرصہ تک غائب رہے، لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آ رہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر آپ کو سلام علیک کہتی جاتی ہیں۔ ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کا ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت

نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں ہمیں ایک بڑی بھاری جائے نماز دکھائی دی اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہو کر بچھ گئی۔ یہ جائے نماز سبز رنگ اور سونے چاندی سے مرصع تھی۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطریں ﴿الَاِِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ اور دوسری سطریں ﴿السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ لکھا ہوا تھا۔ جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہو گئے..... سہل بن عبداللہ تستری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو آمین کہتے سنا۔ جب آپ دعا ختم کر چکے تو پھر ہم نے یہ ندا سنی اُبشرفانی قد استجبت لك ”تم خوش ہو جاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کر لی.....“ (فلائد الجواہر ترجمہ محمد عبدالستار قادری: ص ۸۸، ۸۹)

شیخ کی طرف منسوب اس کرامت کے امکان یا عدم اور اس کے حضرت سلیمانؑ کی مقبول دعا (ص ۳۵) کے منافی ہونے سے بھی قطع نظر اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سہل بن عبداللہ تستریؒ شیخ جیلانیؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے یعنی ۲۸۳ھ میں فوت ہو چکے تھے۔ (الاعلام: ۲۱۰/۳) جبکہ شیخ جیلانیؒ ۴۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اب تستریؒ اور شیخ جیلانیؒ کا یہ درمیانی دو سو سالہ وقفہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تستریؒ کی شیخ سے کسی طرح بھی ملاقات ثابت نہیں مگر یہ تو ان مؤلفین ہی کی کرامت ہے جنہوں نے تستریؒ کو وفات کے بعد شیخ جیلانیؒ کا دیدار نصیب کر دیا.....!!

اس پر طرہ یہ کہ فلائد کے مترجم اور فلائد کا یہ حوالہ اپنی تصنیفات میں پیش کرنے والے عقیدت مند (مثلاً ضیاء اللہ قادری فی سیرت غوث الثقلین؛ ص ۱۶۴ وغیرہ) بھی مکھی پہ مکھی مارتے چلے جا رہے ہیں اور ان محققین کو یہ بھی توفیق نہیں کہ ایسی بے بنی باتوں کو لکھتے وقت ذرا عقل و بصیرت کو بھی استعمال کر لیں!!

🌸 شیخ کے حالات و کرامات سے متعلقہ سب سے بنیادی اور جامع کتابوں کی استنادی حیثیت تو خوب واضح ہو چکی ہے اور اب یہ بھی واضح رہے کہ شیخ کی جملہ کرامات میں سے ننانوے فیصد کرامتوں کا تعلق انہی دو کتابوں سے ہے اور انہی دو کتابوں کے ننانوے فیصد

واقعات و کرامات محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جبکہ شیخ کی کرامتوں پر مبنی دیگر کتابوں کی استنادی حیثیت تو ان سے بھی بدرجہا بدتر ہے بلکہ جو اضافی کرامتیں ان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہیں، انہیں 'ہوائی فائر' سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب یہاں یہ سوال باقی ہے کہ اگر شیخ کی ننانوے فیصد کرامتوں کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر ایک فیصد کرامتیں جنہیں صحیح کہا جاسکتا ہے، وہ کہاں ہیں؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ انہیں تراجم کی کتابوں (مثلاً سیر اعلام النبلاء از ذہبیؒ، الطبقات الکبریٰ از شعرائی وغیرہ) میں سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ان کی بھی صحت پر قطعی حکم لگانے سے پہلے ان کی اسناد کی تحقیق از بس ضروری ہے مگر افسوس کہ شیخ جیلانیؒ پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آپ کے عقیدت مندان سنی سنائی کرامتوں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہ شیخ کی کرامتیں نہیں بلکہ ان کے 'مختارِ کل' و 'مالکِ ملک' ہونے کے نمونے ہیں، حالانکہ یہ حیثیت تو معجزات کے حوالہ سے انبیا کو بھی حاصل نہیں۔ (دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

شیخ کے بعض تفردات

ہمارے ہاں شخصیات پر لکھنے والے عموماً اس بات کا خیال تو رکھتے ہیں کہ مطلوبہ شخصیت کے فضائل و مناقب پر جہاں سے اور جو بھی رطب و یابس ملے، اسے بلا تحقیق سپردِ قلم کر دیا جائے۔ مگر اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ زیر مطالعہ شخصیت کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے لایا جائے جو ان کی علمی و فکری لغزشوں پر مشتمل ہو۔ عملی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرنا تو یقیناً مستحسن ہے مگر علمی و نظریاتی لغزشوں کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کے فضائل و مناقب اور علمی وجاہت سے متاثر ہونے والا شخص اس کی علمی و فکری لغزشوں کو بھی عین حق سمجھ کر اپنا لیتا ہے، اس لئے ایسی چیزوں کی نشاندہی ایک علمی امانت کو آگے منتقل کرنے کے مترادف ہے۔ امانت و دیانت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر ذیل میں ہم اس حوالہ سے کچھ بحث کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

شیخ کے عقائد و نظریات کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا جو مکتہ نظر ہے وہ تو اوپر

بیان ہو چکا، تاہم شیخ الاسلام کے شاگرد رشید حافظ ذہبیؒ کے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں خیالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ

”وفي الجملة الشيخ عبدالقادر كبير الشان وعليه مآخذ في بعض أقواله ودعاويه والله الموعود وبعض ذلك مكذوب عليه“ (سير اعلام النبلاء: ۲۰/۲۵۱)
 ”حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ جیلانی بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعوے قابل مواخذہ اور محل نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔“

شیخ جیلانیؒ کے وہ کون سے خیالات و فرمودات ہیں جو محل نظر ہیں، اس کی تفصیل تو حافظ ذہبیؒ نے بیان نہیں فرمائی، تاہم شیخ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ ایسی کئی چیزیں سامنے آجائیں۔ ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے خطا و نسیان ایک فطرتی بات ہے جس سے کسی بشر کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے جب شیخ کی بعض کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو شیخ کے بعض ایسے تفردات بھی نظر سے گزرے جن سے اتفاق ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض تفردات کی نشاندہی تو راقم نے غنیۃ الطالبین پر اپنے حواشی میں کر دی ہے جو زیر طبع ہے۔ جبکہ بعض اہم تفردات کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

① شیخ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ

”قل بسم الله، اسم الذي أجرى الأنهار وأنبث الأشجار، اسم من عمّر البلاد بأهل الطاعة من العباد فجعلهم لها أوتادا كالجبال فصارت الأرض بهم لمن عليها كالمهاد فهم الأربعون الأخيار من الأبدال المنزهون الرب عن الشركاء والأنداد وملوك في الدنيا وشفعاء الأنام يوم التناد إذ خلقهم ربي مصلحة للعالم ورحمة للعباد“ (ج ۱ ص ۲۲۶)

”کہو بسم اللہ، یہ اس ذات کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے، درخت پیدا کیے، اپنے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہر آباد کیے اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں، کیل) بنایا، جن کی وجہ سے زمین اپنے باشندوں کے لیے فرش کی طرح ہو گئی۔ یہ چالیس برگزیدہ بندے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ یہ ابدال اللہ تعالیٰ کے شریکوں کی نفی کرتے

ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی (بیان) کرتے ہیں۔ یہ ابدال دنیا کے بادشاہ اور روز قیامت سفارش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف و کرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔“ (نیز دیکھئے: الغنیۃ مترجم از شمس بریلوی: ص ۲۵۰)

مذکورہ اقتباس میں اوتاد و اقطاب وغیرہ کے حوالہ سے شیخ نے جو کلمہ نظر پیش کیا ہے، اس کے ظاہری مفہوم کی کوئی ایسی توجیہ جس سے اس کی شریک آمیزش باسانی دور ہو سکے، سے راقم قاصر ہے، مگر اس بنیاد پر معاذ اللہ شیخ پر کوئی فتویٰ صادر کرنے کی بھی راقم اس لئے جسارت نہیں کر سکتا کہ ائمہ نقاد مثلاً ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ، ابن حجرؒ، ابن رجبؒ وغیرہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر نے شیخ کے اہل السنۃ اور صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ہے اور ویسے بھی شیخ جیلانی کے عقائد و نظریات کے حوالے سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اقتباس کے بارے میں یہ موقف اپنایا جائے کہ یہ شیخ کی کتاب میں کسی اور نے شامل کر دیا ہوگا اور ویسے بھی یہ بات معقول ہے کہ جب بعض متعصبین نے احادیث وضع کرنے یا کتب احادیث میں تحریف کرنے میں خوف خدا کا لحاظ نہیں رکھا تو شیخ کی کتاب میں ایسی بات کا پیوند لگانے میں یہ خوف ان کے لئے کیسے مانع ہو سکتا تھا۔ یا پھر اس کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کرنی چاہئے جس سے اس کا بگاڑ باقی نہ رہے۔ اور اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ متقدم صوفیا کے ہاں ابدال و اقطاب کی اصطلاحات زہاد و عباد کے محض درجات تفاوت کے لیے مستعمل تھیں، لیکن متاخر صوفیا نے چند موضوع احادیث کی بنا پر غوث، قطب، ابدال وغیرہ سے وہ اولیا مراد لینے شروع کر دیے کہ جنہیں ان کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف امور کا مختار و مکران بنایا ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ نہ صرف واقعات حقائق کے خلاف ہے بلکہ اسلامی عقائد کے بھی صریح منافی ہے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ جیلانی کے ہاں ابدال و اوتاد سے مراد وہی مفہوم تھا جو متقدم صوفیا سمجھتے تھے، نہ کہ وہ جو متاخرین کے ہاں معروف ہو گیا۔ واللہ اعلم!

② شیخ فرماتے ہیں کہ ”ونؤمن بأن المیت يعرف من یزوره إذ اتاه و آکده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس“ (غنیۃ الطالبین: ۱/۱۴۲)

”ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہنچاتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔“ (الغنیۃ مترجم ٹمس بریلوی: ص ۱۶۵)

③ اللہم! إني أتوجه إليك بنبيك عليه سلامك نبی الرحمة یا رسول اللہ! إني أتوجه بك إلی ربی لیغفر لی ذنوبی اللہم! إني أسألك بحقه أن تغفر لی وترحمنی“ (الغنیۃ: ج ۱ ص ۳۶)

”یا اللہ! میں تیرے نبی علیہ السلام کے وسیلے سے جو نبی الرحمہ تھے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرمادے۔ یا اللہ! میں تیری نبی کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما۔“

④ اسی طرح شیخ نے الغنیۃ (ج ۱ ص ۳۱۷ تا ۳۳۵) میں شہر رجب میں نماز اور روزوں کے بہت سے فضائل ذکر کئے ہیں مگر شیخ نے اس ضمن میں جن روایات سے استشہاد کیا ہے، انہیں اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے الموضوعات: ۲۰۵/۲، تنزیہ الشریعہ: ۱۶۱/۲ اور اللآلی المصنوعۃ: ص ۱۱۷

⑤ اسی طرح شیخ نے غنیۃ الطالبین (ج ۲ ص ۲۳۵ تا ۲۶۱) میں ہفتہ کے مختلف دنوں اور راتوں کی بہت سی نفلی نمازوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر بطور استشہاد جن روایتوں کو شیخ نے پیش کیا ہے، انہیں محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

شیخ کے مذکورہ تفردات میں سے پہلے تفرد کی کچھ توجیہ راقم نے پیش کر دی ہے تاہم دیگر تفردات کی توجیہ اور تحقیق و تطبیق، میں دیگر غیر جانبدار اہل علم کے سپرد کرتا ہوں لیکن اس گزارش کے ساتھ کہ علمائے سلف اور سچے اولیاء و مشائخ کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس نصیحت کو بھی مد نظر رکھیں:

”و كثير من مجتہدي السلف قالوا و فعلوا ما هو بدعة ولم يعلموا أنها بدعة
إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وأما الآيات فهموا منها ما لم يرد

منها وأما لرأي رأوه وفي المسألة نصوص لم تبلغهم وإذا اتقى الرجل ربه ما استطاع دخل في قوله تعالى: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ وفي الصحيح (مسلم؛ ۱۲۶) أن الله قال: قد فعلت“ (مجموع الفتاوى؛ ۱۹/۱۹۱)

”سلف صالحین میں سے بہت سے مجتہدین سے بعض ایسے اقوال و افعال مروی ہیں جو بدعت کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ان اہل علم نے انہیں بدعت سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یا تو انہیں ضعیف روایات کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں۔ یا پھر انہوں نے بعض آیات سے استنباط کرتے ہوئے ایسا کیا مگر ان کا وہ استنباط درست نہ تھا اور انہیں اس خاص مسئلہ میں بعض نصوص نہ مل سکیں (جن سے ان کی صحیح رہنمائی ہو سکتی تھی)۔ بہر حال جب کوئی شخص حتی المقدور اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے تو پھر وہ اس فرمان خداوندی میں شامل ہے: ”اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا“ اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔“

③ شیخ جیلانی کی آڑ میں ایک نیادین

① شیخ جیلانیؒ کو غوثِ اعظمؒ کہنا

نفس مسئلہ پر بحث سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ ’غوثِ اعظم‘ کے معنی و مفہوم پر ذرا غور کر لیا جائے۔ ’غوث‘ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ’مدد‘۔ اگر اسے مصدر کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر اس کا معنی ہے ’مدد کرنا‘ البتہ مدد کرنے والے کو ’غاثث‘ (بروزن فاعل) کہا جائے گا اور مدد مانگنے والے کو ’مستغیث‘۔ لیکن اگر مصدر کو بطور اسم فاعل استعمال کیا جائے تو پھر ’غوث‘ مددگار کا معنی ادا کرے گا اور شیخ جیلانی کو غوث کہنے والے اس کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح لفظ ’اعظم‘ بھی عربی زبان میں بطور اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے ’سب سے بڑا‘۔ گویا ’غوثِ اعظم‘ کا معنی ہوا..... ’سب سے بڑا مددگار‘

سب سے بڑا مددگار کون ہے؟ یہ سوال اگر آپ ایک عام مسلمان سے بھی کریں گے تو

وہ جواباً یہی کہے گا کہ ’اللہ تعالیٰ‘..... کیونکہ دین اسلام نے عقیدہ توحید کے حوالہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں، نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، صرف وہی مشکل کشا، حاجت روا ہے۔ وہی خالق، رازق (داتا) اور مالک الملک ہے۔ بطور مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ (آل عمران: ۱۲۶)

”اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔“

② ﴿وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ (الاحزاب: ۱۸)

”اور وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں پائیں گے۔“

③ ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ (البقرہ: ۱۰۷)

”اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔“

④ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (الشوریٰ: ۴۶)

”ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔“

⑤ ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ.....﴾ (یونس: ۱۰۷)

”اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے

والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو بھی کوئی ہٹانے والا نہیں۔“

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے جبکہ دیگر بہت سی آیات میں نہ صرف غیر اللہ کو پکارنے، اسے مددگار سمجھنے کی نفی کی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو مشرک، ظالم اور عذاب کا مستوجب قرار دیا گیا ہے، مثلاً

① ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا

مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یونس: ۱۰۶)

”اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ کوئی نقصان پھر اگر تم

نے ایسے کیا (غیر اللہ کو پکارا) تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ (الاحقاف: ۵)

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو تا قیامت اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو ان (پکارنے والوں) کی پکار سے بھی بے خبر ہیں!“

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ﴾ (الشعراء: ۲۱۳)

”پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی (ایسا کر کے) سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔“

ایک شبہ کا ازالہ: کئی سادہ لوح یہاں یہ اعتراض اٹھا دیتے ہیں کہ اگر غیر اللہ (انبیاء و رسل، اولیاء و مشائخ وغیرہ) سے مانگنا شرک ہے تو پھر اولاد، اپنے والدین سے، خاوند اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند سے، مزدور اپنے مالک، دوست اپنے دوستوں سے اشیاء ضرورت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے سے مدد و تعاون کا مطالبہ نہ کرتا ہو اور اس طرح تو یہ تمام لوگ مشرک ہوئے.....؟

یہاں دراصل ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کو مختلط کر کے خلطہ بحث کیا گیا ہے حالانکہ جن کاموں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے، انہیں خود قرآن مجید کی رو سے شرک قرار نہیں دیا جاسکتا اور مذکورہ بالا تمام مثالوں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے جسے دوسرے لفظوں میں ماتحت الاسباب بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ غیر اللہ سے استمداد اس وقت شرک کے زمرے میں داخل ہے جب ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں ان سے مدد مانگی جائے، اسے ہی مافوق الاسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ سے اگر کوئی اولاد مانگے تو یہ صریح شرک ہے، اس لئے کہ اس کے پاس اولاد عطا کرنے کے ظاہری اسباب موجود نہیں مگر اولیاء و مشائخ اور بالخصوص شیخ جیلانی کو غوث اعظم کہنے والے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے اختیارات سونپ رکھے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی تقدیر بھی انہی کے ہاتھ میں تھما رکھی ہے اور انہیں کُنْ فیکُونْ کی قدرت سے نواز رکھا ہے! ہمارے اس دعویٰ پر یقین نہ آئے تو پھر شیخ کی طرف منسوب درج ذیل واقعات کا کیا جواب ہے.....

① ”شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوح محفوظ میں دیکھا اور اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرما دیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں حضور غوث اعظم ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جا تیرے لڑکا ہوگا مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا یہ دیکھو تو، یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا تھا اور وہ بھی شہاب الدین سہروردی تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔“

(باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی: ص ۲۶ نیز دیکھئے کرامات غوث اعظم: ص ۸۱)

اسی واقعہ کے اوپر شیخ جیلانی کے بارے میں یہ شعر لکھا ہے ۔

لوح محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل مرد عورت سے بنادیتے ہیں غوث الانعواث

② ”ایک روز ایک عورت حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہ غوثیت کی پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے مراقبہ فرما کر لوح محفوظ کا مشاہدہ فرمایا تو پتہ چلا کہ اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے بارگاہ الہی میں دو بیٹوں کے لئے دعا کی۔ بارگاہ الہی سے ندا آئی کہ اس کے لئے تو لوح محفوظ میں ایک بھی بیٹا نہیں لکھا ہوا۔ آپ نے دو بیٹوں کا سوال کر دیا۔ پھر آپ نے تین بیٹوں کے لئے سوال کیا تو پہلے جیسا جواب ملا پھر آپ نے سات بیٹوں کا سوال کیا تو ندا آئی: اے غوث! اتنا ہی کافی ہے، یہ بھی بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو سات لڑکے عطا فرمائے گا۔“

(کرامات غوث اعظم از محمد شریف نقشبندی: ص ۸۰، ۸۱)

③ ”حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کا ایک خادم انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی آہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور میرا خاوند زندہ ہونا چاہئے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا اور علم باطن سے

دیکھا کہ عزرائیل علیہ السلام اس دن کی تمام ارواح قبضہ میں لے کر آسمان کی طرف جا رہے تو آپ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا ٹھہر جائیں اور مجھے میرے فلاں خادم کی روح واپس کر دیں تو عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ارواح کو حکم الہی سے قبض کر کے اس کی بارگاہ الہیہ میں پیش کرتا ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس شخص کی روح تجھے دے دوں جس کو بحکم الہی قبض کر چکا ہوں۔ آپ نے اصرار کیا مگر ملک الموت نہ مانے۔ ان کے ایک ہاتھ میں ٹوکری تھی جس میں اس دن کی ارواح مقبوضہ تھیں۔ پس قوتِ محبوبیت سے ٹوکری ان کے ہاتھ سے چھین لی تو ارواح متفرق ہو کر اپنے اپنے بدنوں میں چلی گئیں۔ عزرائیل علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی اور عرض کیا: الہی تو جانتا ہے جو میرے اور تیرے محبوب کے درمیان گزری، اس نے مجھ سے آج کی تمام مقبوضہ ارواح چھین لیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اے عزرائیل! بے شک غوثِ اعظم میرا محبوب و مطلوب ہے تو نے اسے اس کے خادم کی روح واپس کیوں نہ دے دی۔ اگر ایک روح واپس دے دیتے تو اتنی روحوں ایک روح کے سبب کیوں واپس جاتیں۔“ (ایضاً: ص ۹۲، ۹۳)

یاد رہے کہ مندرجہ واقعات بھی اسی نوعیت کے ہیں جن کے بارے میں ’ہم شیخ کی کرامات‘ کے ضمن میں واضح کر آئے ہیں کہ ان کی استنادی حیثیت سخت مجروح اور ناقابلِ اعتماد ہے۔ اس لئے ان کی عدم اثبات پر دلائل کا طومار باندھنے کی بجائے شیخ کے عقیدت مندوں سے صرف اتنی گزارش کرنا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی یا کسی بھی ولی، نبی اور رسول کے بارے میں تصرف و اختیار کے ایسے عقیدہ کی قرآن و سنت کی مؤحدانہ سچی تعلیمات قطعاً اجازت نہیں دیتیں مگر افسوس ہے کہ ان اندھے عقیدت مندوں پر جو ایسی جھوٹی کرامتوں کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کی نہ صرف جیبوں پر بلکہ ان کے دین و ایمان پر بھی ڈاکے ڈال رہے ہیں اور پھر ہمیں اس بات پر بھی حیرانی ہے کہ خود شیخ جیلانی کی تعلیمات بھی ایسے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے ان کی طرف منسوب کر کے عملاً اپنا رکھا ہے۔

شیخ جیلانیؒ ’غوث‘ نہیں ہیں!

گذشتہ سطور میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ شیخ جیلانی کو ’غوثِ اعظم‘ سمجھنا نہ صرف قرآن

وسنت کے خلاف ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی منافی ہے مگر اس کے باوجود آپ کے غالی عقیدت مند آپ کو غوث کہنے ہی پر مصر ہیں بلکہ ان عقیدت مندوں نے غوث، قطب، ابدال کے پس منظر میں دین اسلام کے متوازی ایک الگ دین وضع کر رکھا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار ولی ایسے ہیں جنہیں 'اوتاد' کہا جاتا ہے۔ انہوں نے دنیا کے چاروں کناروں کو تھام رکھا ہے۔ (اصطلاحات الصوفیہ للکاشانی: ص ۵۸) علاوہ ازیں سات اور ایسے اولیا ہیں جنہوں نے سات آسمانوں میں سے ایک ایک آسمان کا نظام سنبھالا ہوا ہے انہیں 'ابدال' کہا جاتا ہے۔ ('معجم الفاظ الصوفیہ از ڈاکٹر شرفاوی: ص ۲۲)

چالیس ولی ایسے ہیں جنہوں نے مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے انہیں 'نجبا' کہا جاتا ہے۔ (اصطلاحات کاشانی: ص ۱۱۴) تین سو ولی ایسے ہیں جو لوگوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۶) ان سب پر ایک بڑا ولی ہوتا ہے جسے قطب اکبر یا غوث اعظم کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔ جبکہ دنیا میں جو آفت و مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ ان سب اولیا سے ہو کر غوث اعظم تک پہنچتی ہے اور وہ اسے دور فرماتے ہیں۔ نعوذُ بِرَبِّیْ لَہٗ

مندرجہ بالا گمراہانہ عقائد و نظریات اسلام میں کیسے آئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی تفصیل کے لئے مجموع الفتاویٰ (۱/۱۶۷، ۴/۳۳، ۴/۳۸، اور ۱۰۳/۲۷) وغیرہ کو ملاحظہ کیا جائے جہاں اس عقیدے کو شیخ ابن تیمیہؒ نے کفر و شرک سے تعبیر کیا ہے۔ علاوہ ازیں راقم بھی اپنے ایک مضمون التوسل والوسیلۃ مطبوعہ 'محدث' لاہور (ج ۳۴/ عدد ۱۲: ص ۲۴ تا ۳۶) میں غوث و ابدال والی روایات کی کمزوری واضح کر چکا ہے۔ تاہم اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی جنہیں غوث اعظم کہا جاتا ہے، نے ساری زندگی بغداد ہی میں گزاری، ان کا مولد و مدفن بھی بغداد ہی ہے تو پھر جب غوث کی شرائط ان پر منطبق نہیں ہوتیں تو انہیں غوث اعظم کہنا چہ معنی دارد؟ علاوہ ازیں یہاں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ شیخ جیلانی کے بعد آج تک کون کون سے غوث دنیا میں گزرے ہیں؟ اور اس وقت مکہ میں کون صاحب غوث کے مقام پر فائز ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب اس عقیدہ کا پرچار کرنے والوں کے

پاس بھی نہیں ہے.....!

یہاں ہم ایک اور دلخراش حقیقت کی بھی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ شیخ جیلانی جن کے بارے میں یہ جھوٹے دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی اپنے مریدوں کی دستگیری فرماتے اور دنیا سے مصائب و آفات رفع کرتے ہیں، کی اپنی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وفات کے چند ہی سال بعد ناصر الدین کے وزیر ابوالمظفر جلال الدین عبداللہ بن یونس بغدادی نے آپ کے مکان (روضہ) کو مسمار کر کے آپ کی اولاد کو در بدر کر دیا حتیٰ کہ آپ کی قبر تک کھود ڈالی اور آپ کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ ”یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔“ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شذرات الذہب (۳۱۴، ۳۱۳، ۳۱۲)، النجوم الزاہرة (۱۴۲/۶) الزہل علی الروضتین لابی شامہ (ص ۱۲) خود شیخ کے عقیدت مندوں نے بھی اس واقعہ کو نقل کر کے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے: قلاند الجواہر (ص ۲۶۰) اور غوث الثقلین (ص ۲۰۳)۔

اس واقعہ سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں:

- ① ایک تو یہ کہ شیخ جیلانیؒ کو کائنات میں تصرف کی قدرت نہیں تھی۔ ورنہ آپ اپنی قبر اور لاش کی اس طرح بے حرمتی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بروقت اس کا انسداد کرتے۔
- ② آپ قبر میں زندہ نہیں تھے۔
- ③ آپ کی بوسیدہ ہڈیاں دریائے دجلہ میں بہا دی گئیں، اس لئے اب بغداد میں آپ کے نام کا جو مزار ہے وہ محض فرضی قبر ہے۔

لیکن افسوس ان اندھے عقیدت مندوں پر جنہوں نے اس سے نصیحت حاصل کرنے کے برعکس شیخ کی قبر پر آج بھی یہ شرکیہ شعر قلم کر رکھے ہیں کہ

با دو شاہی ہار دو عالم	شیخ عبد القادر ہست
سرورِ اولاد آدم	شیخ عبد القادر ہست
آف تاب و باہ تاب و	عرش و کرسی و قلم
زیر پائی شیخ	عبد القادر ہست

”دونوں جہانوں کے بادشاہ شیخ عبدالقادر ہیں، بنی آدم کے سردار شیخ عبدالقادر ہیں، بنس و قمر، عرش، کرسی اور قلم (یہ سب) شیخ عبدالقادر کے پاؤں تلے ہیں۔“ - نعوذ باللہ من ذلك علاوہ ازیں اگر شیخ جیلانی واقعی غوث تھے تو پھر انہوں نے سقوط بغداد کے موقع پر امریکی فوج کے خلاف مظلوم عراقی مسلمانوں کی مدد کیوں نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بمباری سے شیخ خود اپنے فرضی مزار کو بھی نہ بچا سکے تو پھر آپ دوسروں کی مدد کے لئے کیسے آسکتے ہیں؟

② یا عبد القادر شیئا لله اور صلاة غوثیہ کی حقیقت

یہاں اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے جو بعض عقیدت مندوں نے پیدا کر رکھی ہے کہ خود شیخ جیلانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ مشکلات کے وقت مجھے پکارا کرو میں زندگی میں بھی اور بعد از حیات بھی تاقیامت تمہاری سنتا اور مدد کرتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں آپ کی طرف جو جھوٹی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، ان میں سے بطور نمونہ ایک جھوٹ ملاحظہ فرمائیں:

”شیخ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہے یا مجھ کو پکارے تو میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جو کوئی میرے توسل سے خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی چاہے گا تو خدا تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔ جو کوئی دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص یعنی ’قل ہو اللہ احد‘ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور مجھ پر بھی سلام بھیجے اور اس وقت اپنی حاجت کا نام بھی لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ دس پانچ قدم جانب مشرق میرے مزار کی طرف چل کر میرا نام لے اور اپنی حاجت کو بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دو شعروں کو بھی پڑھے:

(ترجمہ اشعار: ”کیا مجھ کو کچھ تنگدستی پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم ہو سکتا ہے جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔ بھیڑ کے محاذ پر خصوصاً جبکہ وہ میرا مددگار ہو، تنگ و ناموس کی بات ہے کہ بیابان میں میرے اونٹ کی ری گم ہو جائے۔“) (قلائد الجواہر، مترجم: ص ۱۹۲)، بہجۃ الأسرار میں ہے کہ

”پھر عراق (بغداد) کی سمت میرا نام لیتا ہوا گیارہ قدم چلے۔“ (ص ۱۰۲)

نقد و تبصرہ

- ① اوّل تو یہ واقعہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی استنادی حیثیت کے حوالہ سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔
- ② اگر بالفرض شیخ نے یہ بات خود فرمائی بھی ہو تو تب بھی اس پر عمل اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ قرآن و سنت کے صریح خلاف ہے۔
- ③ فی الحقیقت یہ بات خود شیخ کی مؤحدانہ تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ شیخ تو یہ فرماتے ہیں کہ ”أخلصوا ولا تشركوا وَاَحْدُوا الحق وعن بابہ لا تبرحوا سلوه ولا تسئلوا غیرہ استعینوا بہ ولا تستیعنوا بغیرہ توکلوا علیہ ولا تتوکلوا علی غیرہ“ ”خلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو۔ اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو، اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو، اسی پر توکل و اعتماد کرو اور کسی پر توکل نہ کرو۔“ (الفتح الربانی: مجلس ۴۸ ص ۱۵۱)

③ شیخ جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں

گیارہویں کی حقیقت و اصلیت واضح کرنے سے پہلے سردست یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ’گیارہویں‘ کسے کہتے ہیں؟ ضیاء اللہ قادری لکھتے ہیں کہ ”گیارہویں شریف درحقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی، قطب ربانی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پر فتوح کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔“ (غوث الثقلین: ص ۲۱۷)

اسی طرح خلیل احمد رانا ’گیارہویں کیا ہے؟‘ میں لکھتے ہیں کہ ”موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن میں ایک نام ’گیارہویں شریف‘ کا بھی آتا ہے۔ حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہویں تاریخ کو مسلمان اکیلے یا اکٹھے ہو کر آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصالِ ثواب کا نام ’گیارہویں‘ مشہور ہو گیا ہے۔“ (ص ۴۰)

اس کے علاوہ بھی اس کے کئی پس منظر بیان کیے جاتے ہیں بہر حال مذکورہ اقتباسات

سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گیارہویں شیخ جیلانی کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے منائی جاتی ہے۔ تاہم عوام اسے محض ایصالِ ثواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بھی آگے شیخ کو غوثِ اعظم، مختارِ کل، مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہوئے آپ کے نام کی نذر و نیاز کے لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ ہر سال اس کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اور بالخصوص ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو بھی ایک عرصہ سے اب اس کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اسے چھوٹی گیارہویں سے جبکہ سالانہ گیارہویں کو بڑی گیارہویں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

گیارہویں خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا نذر و نیاز کے لئے بہر دو صورت شرعی اعتبار سے اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں، جیسا کہ مندرجہ تفصیل سے واضح ہے:

نذر و نیاز کی نیت سے گیارہویں

نذر بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ 'منت' اور فارسی میں 'نیاز' کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل عبادت کی وہ قسم ہے "جسے کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔" (فیروز اللغات: ص ۶۷۹) جیسا کہ مولانا وحید الزمان قاسمی رقم طراز ہیں کہ

"نذر، منت وہ صدقہ یا عبادت وغیرہ جو اللہ کے لئے اپنے اوپر لازم کیا جائے اور اپنے مقصد کی تکمیل پر اسے ادا اور پورا کیا جائے۔" (القاموس الوحید: ص ۱۶۳)

اور اس بات میں دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ عبادت خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو (زبانی، مالی، بدنی)، وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں اور نذر و نیاز کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو یہ طریقہ سکھایا:

﴿فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أَكَلِمَ الْيَوْمَ أَنْسِيًّا﴾ (مریم: ۲۶)

"تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے کہ میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔"

علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کی والدہ کی نذر کا تذکرہ بھی قرآن مجید نے اس طرح کیا ہے: ﴿رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّمًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي﴾ (آل عمران:؟)

"اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی

نذر مان رکھی ہے لہذا تو میری طرف سے (یہ) قبول فرما۔“

معلوم ہوا کہ نذر و نیاز اور دیگر عبادات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ کفار مکہ چونکہ غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔ (دیکھئے المائدہ: ۱۰۳، الانعام: ۱۳۶) جبکہ ایک صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا کہ اس نے غیر اللہ کے لئے ایک مکھی کا چڑھاوا و نذرانہ پیش کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۰۳/۱) مگر افسوس ان لوگوں پر جو بکروں کے بکرے اور دیگوں کی دیکے غیر اللہ کی نذر کرنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جہنم کچھ نہ کہے گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ تمام فقہانے غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: الرّد المحتار علی الدر المختار: ۱۲۸/۲، البحر الرائق: ۲۹۸/۲، فتاویٰ عالمگیری: ۲۱۶/۱

ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں شریف

مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کی بعض صورتیں اگرچہ قرآن و سنت کی رو سے جائز ہیں مگر ان میں گیارہویں کسی طرح بھی داخل نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل کے لئے ہم غیر جانبدارانہ طور پر ایصالِ ثواب کی ان تمام صورتوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں جن کا جواز قرآن و حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے البتہ بغرض اختصار ہم عبارتوں کی بجائے محض حوالہ جات پر اکتفا کریں گے۔

① دعا: کوئی بھی مسلمان جو توحید و ایمان کی حالت میں فوت ہوا اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جاسکتی ہے۔ دلائل کے لئے دیکھئے: الحشر: ۱۰۱، التوبہ: ۱۱۳ اور مسند احمد: ۹۲/۲، ۲۲۱، ۲۵۲، بخاری: ۱۳۲۷، مسلم: ۹۷۴، موطأ: ۲۰۸/۱

② صدقہ جاریہ: صدقہ جاریہ سے مراد وہ نیک کام ہیں جن کا ثواب آدمی کو وفات کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور حدیث نبوی کے مطابق اس کی تین صورتیں ہیں:

① محض صدقہ جاریہ یعنی اللہ کی راہ میں کسی چیز (گھر، ہسپتال، سبیل وغیرہ) کو وقف کر دینا

② نیک اولاد (اولاد کے نیک عمل کا ثواب قدرتی طور پر موحد والدین کو بھی پہنچتا رہے گا)

③ نفع بخش علم (خواہ شاگردوں کی صورت میں ہو یا کتابوں اور مدرسہ وغیرہ کی شکل میں)

دلائل کے لئے ملاحظہ ہو: بیہقی: ۱۲ اور مسلم: ۱۶۳۱، ترمذی: ۱۳۸۱، ابوداؤد: ۲۸۸۰، نسائی:

۳۶۵۳، ابن ماجہ: ۲۴۱، مسند احمد: ۳۷۲۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۸/۲، الترغیب والترہیب:

۱۰۰۱..... اسی طرح جہاد میں پہرہ دینے والے کو مرنے کے بعد بھی تا قیامت اس عمل کا ثواب

ملتا رہتا ہے۔ دیکھئے: مسلم: ۱۹۱۳، ابوداؤد: ۲۵۰۰، ترمذی: ۱۶۲۱، حاکم: ۱۴۴/۲

③ میت کی طرف سے صدقہ: اگر میت کی اولاد انکی وفات کے بعد ان کی طرف سے صدقہ

کرے تو فوت شدہ والدین کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ حوالہ جات کیلئے دیکھئے: بخاری: ۲۷۶۰، مسلم:

۱۰۰۲، ابوداؤد: ۲۸۸۱، نسائی: ۳۶۵۱، ترمذی: ۶۶۹، ابن ماجہ: ۲۷۱۷، احمد: ۵۱۲/۲، بیہقی: ۲۷۸/۲

میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے حوالہ سے یہ واضح رہے کہ صرف اولاد ہی اپنے

والدین کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ کر سکتی ہے۔ البتہ دیگر افراد کے میت کی

طرف سے صدقہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (نیل الاوطار: ۱۰۵/۳)

④ میت کی طرف سے حج کرنا: میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو میت کا یہ فرض ادا

ہو جاتا ہے۔ حوالہ جات کیلئے دیکھئے: بخاری: ۱۸۵۲، نسائی: ۲۶۳۱، احمد: ۲۳۹/۱، ۲۷۹،

⑤ میت کی طرف سے روزوں کی ادائیگی: اگر میت کے ذمہ نذر کے روزے رہ جائیں تو

اس کے اولیا اس کی طرف سے یہ روزے رکھ سکتے ہیں۔ البتہ اولیا کے علاوہ دیگر افراد کے لئے

ایسا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ حوالہ جات کے لئے دیکھئے:

بخاری: ۱۹۵۲، مسلم: ۱۱۴۷، ابوداؤد: ۲۴۰۰، احمد: ۶۹/۶، بیہقی: ۲۵۵/۵، ۲۵۶

واضح رہے کہ میت کے متروکہ فرضی (یعنی رمضان کے) روزے رکھنے کے بارے میں

اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض تو نذر کی طرح اس کے بھی جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل علم کا

خیال ہے کہ صرف نذر کے روزے جائز ہیں تاہم میت کے متروکہ رمضان کے روزوں کی جگہ

فدیہ ادا کیا جائے مگر یہ روزے نہ رکھے جائیں۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب السنن: ۲۸۹/۲، ۸۲/۳

⑥ میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی: میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی بھی دوسرا شخص میت کا یہ قرض ادا کر سکتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند احمد: ۳۳۰/۳، حاکم: ۵۸/۲، بیہقی: ۷۴/۶

مندرجہ بالا سطور میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ تمام صورتیں ذکر کر دی گئی ہیں جن کا فائدہ کسی نہ کسی طرح میت کو پہنچتا ہے، البتہ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب کے دیگر طریقے مثلاً قل، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی اور گیارہویں وغیرہ سب بدعتی اُمور ہیں جن کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا گیارہویں سمیت ان تمام امور سے ازل سے اجتناب ضروری ہے۔

④ سلسلہ قادریہ (اور دیگر سلاسل) کی شرعی حیثیت

صوفیائے عبادت و ریاضت اور تقرب الہی کے لئے کچھ سلسلے وضع کر رکھے ہیں جن میں چار سلسلے خصوصی طور پر معروف ہوئے:

- ① سلسلہ قادریہ: یہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب ہے۔
- ② سلسلہ سہروردیہ: یہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی طرف منسوب ہے۔
- ③ سلسلہ چشتیہ: یہ خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے۔
- ④ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ: یہ بہاء الدین محمد نقشبندی کی طرف منسوب ہے۔

پہلے کے سوا باقی تینوں سلسلوں کو سلسلہ قادریہ کا مرہون منت قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان تینوں سلسلوں کے بانی شیخ جیلانی ہی تھے۔ اور ویسے بھی شیخ کے بارے میں ایسی جھوٹی باتیں منسوب ہیں کہ شیخ تمام ولیوں کے سردار تھے۔ بلکہ شیخ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی گئی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ ”قدمیٰ ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ ”میرا پاؤں اللہ کی گردن پر ہے۔“

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہے کہ شیخ کو خود آنحضرتؐ نے ”خرقہ“

(صوفیا کا مخصوص زاہدانہ لباس) پہنا کر اس عالی شان مقام ولایت پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی ولایت کا یہ مقام تھا کہ حضرت خضر سمیت تمام انبیاء کرام اور صحابہ کرام بھی آپ کی مجلس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں بہجۃ الأسرار اور قلائد الجواہر جیسی اُن غیر معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن کی استنادی حیثیت ہم خوب واضح کر چکے ہیں۔ تاہم دورِ حاضر میں عملی طور پر ان سلاسل سے وابستہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کسی سلسلہ میں داخل ہوئے بغیر اور کسی پیرومرشد کو پکڑے بغیر نجات مشکل ہے اور بیعت کر کے کسی سلسلہ میں محض داخل ہو جانا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سلسلوں میں داخل کرنے والے اب خود ہی ایسے گمراہانہ عقائد کا شکار ہیں کہ الامان والحفیظ.....! بلکہ وہ اپنے مریدوں کو بھی اس طرح کی تعلیم دیتے ہیں جو قرآن و سنت کے صریح مخالف ہے۔ حتیٰ کہ بعض نام نہاد پیرو مشائخ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر تم اپنے شیخ کو خلافِ شرع حالت میں بھی دیکھو تو شیخ کے بارے میں بدگمانی کی بجائے یہی سمجھو کہ تمہیں دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں غلطی لگی ہے.....!!

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مابعد کے ادوار میں جب ایسے سلسلوں کی بنیاد پڑی تھی تو اس وقت صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی۔ اس دور میں سرکاری طور پر اسلام نافذ العمل تھا، جہاد جاری تھا اور کفر و شرک ہر طرف سرنگوں تھا، البتہ روحانی طور پر مسلمانوں میں کمیاں، کوتاہیاں پائی جاتی تھیں اور زہد و تقویٰ کی بجائے عیش و عشرت اور خواہش پرستی کی وبا چہار سو پھیلتی جا رہی تھی جس کے آگے بند باندھنے اور روحانیت کو زندہ کرنے کے لئے اولیا نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ تزکیہٴ نفس اور تعلیم و تربیت کے ادارے قائم کئے اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق زہد و تقویٰ کے دیے جلانے۔ اُس دور میں شیخ جیلانی سمیت اکثر و بیشتر زہاد و صوفیا کے کم از کم عقائد درست رہے تاہم عملی طور پر بعض مسائل میں یہ بھی غلو اور افراط کا شکار ہوتے گئے۔ جن میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ اولیاء و مشائخ کے پاس ہر شخص کا حاضر ہو کر سلوک کی منزلیں طے کرنا فرض ہے جیسا کہ شیخ جیلانی خود رقم طراز ہیں کہ

”فلابد لكل مرید الله عزوجل من شیخ“ (الغنیة: ۲۸۱/۲)

”ہر مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک شیخ (پیر) لازم پکڑے۔“

پھر جب مرید سلوک کی منازل طے کر کے شیخ و مرشد کے درجے پر پہنچ جاتا تو اسے ایک مخصوص قسم کا موٹا لباس جسے ’خرقہ‘ کہا جاتا، پہنا دیا جاتا اور یہ اس بات کی علامت سمجھا جاتا کہ اب یہ شخص مریدوں کی تربیت کرنے کے لائق ہو چکا ہے اور اسے تزکیہ نفس کے لئے کسی اور علاقے میں بھیج دیا جاتا۔ یہ طریقہ چونکہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں تھا، اس لئے ائمہ محققین نے اس کی بھرپور تردید کی۔ بطور مثال شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رقم طراز ہیں کہ

”وأما لباس الخرقۃ التي یلبسها بعض المشائخ المریدین فہذہ لیس لہا أصل یدل علیہا الدلائل المعتبرۃ من جهة الكتاب والسنة ولا کان المشائخ المتقدمون وأكثر المتأخرین یلبسونہا المریدین“ ”مریدوں کو ’خرقہ‘ پہنانے کی رسم جسے بعض مشائخ ادا کرتے ہیں، یہ سراسر بے بنیاد ہے۔ کتاب و سنت کے معتبر دلائل میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ متقدم مشائخ بلکہ اکثر متاخر مشائخ بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ متاخرین میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا تھا جو اسے نہ صرف جائز بلکہ مستحب سمجھتا تھا۔“

پھر شیخ الاسلام اس ضمن میں پیش کئے جانے والے دلائل کی کمزوری واضح کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”رہی یہ بات کہ کوئی گروہ اپنے آپ کو کسی خاص شخص کی طرف منسوب کرے، تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ ایمان و قرآن سیکھنے کے لئے لوگ یقیناً ان علما کے محتاج ہیں جو انہیں اس کی تعلیم دیں مثلاً جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پھر صحابہ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ علاوہ ازیں جس طرح کسی عالم سے کوئی شخص قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس سے ظاہر و باطن (تزکیہ نفس) کی بھی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی عالم (شیخ، ولی، پیر وغیرہ) کو متعین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انسان اس بات کا محتاج ہے کہ وہ لازماً اپنے آپ کو کسی متعین شیخ کی طرف منسوب کرے بلکہ ہر وہ شخص جس کے ذریعے اسے کوئی دینی فائدہ پہنچے، وہ اس فائدہ پہنچانے میں اس کا شیخ ہی ہے۔ بلکہ اگر کسی فوت شدہ انسان کا کوئی ایسا قول یا عمل اسے پہنچے جس سے

اسے دینی اعتبار سے فائدہ ہو تو وہ فوت شدہ شخص بھی اس جہت سے اس کا شیخ ہے۔ اس لئے امت کے سلف صالحین نسل در نسل خلف (بعد والوں) کے لئے شیوخ ہی تصور ہوں گے۔ اسی طرح کسی کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شیخ کی طرف نسبت کرے جو صرف اپنی پیروی (بیعت) کرنے والے سے دوستی اور دوسروں (بیعت نہ کرنے والوں) سے دشمنی رکھتا ہو بلکہ انسان کو چاہئے کہ ہر اس شخص سے جو اہل ایمان ہے اور ہر اس شیخ، عالم وغیرہ جس کا زہد و تقویٰ معروف ہے، سے دوستی رکھے اور اس کے باوجود خصوصی دوستی کے لئے کسی ایک (شیخ) کو خاص نہ کرے، الا کہ اس کا خصوصی تقویٰ اور ایمان اس کے لئے ظاہر ہو، اور اپنی ترجیحات میں صرف اسے مقدم رکھے جسے اللہ اور اس کا رسول (یعنی قرآن و حدیث) مقدم کریں اور اسے ہی افضلیت دے جسے اللہ اور اس کے رسول (قرآن و حدیث) فضیلت سے نوازیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳) ”اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں کنبے اور قبیلے اس لیے بنا دیا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔“

اور ارشاد نبویؐ ہے کہ ”لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا أسود علی أبيض ولا أبيض علی أسود إلا بالتقوى“ (مجموع الفتاویٰ: ج ۱۱ ص ۵۱۱، ۵۱۲) ”کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی سیاہ کو کسی سفید پر یا کسی سفید کو کسی سیاہ پر سوائے تقویٰ کے اور (کسی لحاظ سے بھی) کوئی فضیلت و مرتبہ حاصل نہیں ہے۔“

خلاصہ بحث

- (۱) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ انتہائی متقی، دیندار، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے۔
- (۲) شیخ ۴۷۱ھ (یا ۴۷۰ھ) کو بغداد کے قریب (جیلان، کیلان) میں پیدا ہوئے اور وہیں عمر بھر دینی و اصلاحی خدمات انجام دینے کے بعد ۵۶۱ھ کو فوت ہو کر دفن ہوئے۔
- (۳) غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب اور الفتح الربانی آپ کی تصانیف ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر کتابیں جنہیں آپ کی تصانیف میں شامل کیا جاتا ہے، انکی کوئی دلیل نہیں۔

- (۴) شیخ عقائد و نظریات کے حوالہ سے صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔
- (۵) شیخ نے اپنے متبعین کو طریقت و باطنیت کی بجائے قرآن و سنت پر مبنی شریعت کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔
- (۶) شیخ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے مگر قرآن و سنت کے خلاف امام کی رائے پر ڈٹے رہنے کے قائل نہ تھے۔
- (۷) جن لوگوں نے شیخ کو 'حنفی' قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے محض کذب بیان سے کام لیا ہے۔
- (۸) شیخ جیلانی ان معنوں میں صوفی تھے کہ آپ زاہد تھے، ورنہ صوفیا متاخر کی طرح وحدت الوجود اور حلول وغیرہ جیسے گمراہانہ عقائد آپ میں نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ایسے نظریات کی تردید کرنے والے تھے۔
- (۹) بشر ہونے کے ناطے شیخ بھی بعض تفردات کا شکار ہوئے جن میں زہد و تقویٰ میں غلو و مبالغہ سرفہرست ہے۔
- (۱۰) شیخ کی بہت سی کرامتیں زبان زد عام ہیں لیکن ان میں سے ننانوے فیصد غیر مستند اور جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں عقیدت مندوں نے وضع کر رکھا ہے۔
- (۱۱) آپ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل جو اگرچہ تعلیم و تعلم اور تزکیہ نفس کی خاطر شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ غلط عقائد کی آمیزش سے دین و شریعت کے متوازی آگئے، سراسر محل نظر ہیں بلکہ اب تو ان میں شمولیت سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہئے۔
- (۱۲) شیخ جیلانی کو 'غوث اعظم' کہنا نہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی (معاذ اللہ) اہانت ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی سراسر منافی ہے۔
- (۱۳) صلاۃ غوثیہ اور یا عبد القادر شینا اللہ کہنا نہ صرف یہ کہ شیخ جیلانی کی تعلیمات سے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ صریح کفر و شرک ہے!!
- (۱۴) شیخ جیلانی کے نام کی گیارہویں اگر بطور نذر و نیاز ہو تو صریح شرک ہے اور اگر محض ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو واضح بدعت ہے۔